ہمارے خارجی حالات یہ ہیں۔ روس جیسی سُپر پاور کا سیلاب آج ہماری سرحدوں سے ٹکرا رہا ہے۔ نہ معلوم کتنی مرتبہ افغانستان کی طرف سے فضائی خلاف ورزیاں اور ہمارے سرحدی علاقہ پر بمباریاں ہو چکی ہیں لیکن ہم افغانستان کے سفیر کو بلا کر صرف احتجاج نوٹ کرانے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکے۔ دنیا میں کون ہے جو یہ نہیں جانتا کہ ان فضائی حملوں اور خلاف ورزیوں کے پیچھے دراصل روس ہے۔ داخلی معاملات کی جھلک میں آپ کو دکھا چکا ہوں۔ خارجی معاملات کا رُخ ان واقعات سے لگائیے، ان حالات میں آدمی اپنے کاروبار میں اور اپنے ائیر کنڈیشن بنگلہ میں مطمئن اور بے حیت ہو کر اور پھیلا پاؤں پھیلا کر مگن رہے اور بر حال اس شعر کے مصداق ہو جائے کہ اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ عاقبت کی خبر خدا جانے ___ تو اس طرح خطرات تو نہیں ٹل سکتے۔ جو ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ اور ___ اگر ہم کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیں جو بلّی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے حالانکہ اس سے خطرہ ٹل نہیں جاتا۔ اگر ہمارے یہی لچھن رہے کہ اِنَّهٗ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا۔ ہم اپنے اہل و عیال، اپنے کاروبار اپنے عیش و آرام ہی میں مگن رہیں تو دوسری بات ہے لیکن اگر حالات کو چشم بصیرت سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس آیت مبارکہ کے یہ الفاظ ہماری موجودہ کیفیات پر بالکل منطبق ہو رہے ہیں کہ: وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ ___ ظاہر بات ہے کہ قرآن مجید ہمارے لئے ابدی رہنمائی لے کر آیا ہے۔ لہٰذا قرآن حکیم میں تدبّر کے نتیجہ میں ہر قسم کے حالات، کیفیات اور واقعات کے لئے ہمارے سامنے عملی رہنمائی آجاتی ہے۔ جیسے ہم ختم قرآن کی دعا میں کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ وَاجْعَلْهُ لَنَا اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً "اے اللہ اس قرآن کو ہمارا امام بنا دے، اسے ہمارے لئے نور بنا دے، اسے ہمارے لئے رہنمائی بنا دے، اسے ہمارے لئے رحمت بنا دے"۔ لیکن یہ صرف کہنے سے تو نہیں ہوگا۔ اس قرآن کو مضبوطی کے ساتھ تھامنا، اس قرآن کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا۔ یہ ہے اس لائحہ عمل کا آخری نکتہ جو ان دو آیاتِ مبارکہ کے مطالعہ کے حاصل کے طور پر ہمارے سامنے آیا ہے۔

پہلا نکتہ ہے تقویٰ۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنا۔ طبعاً اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچنا بھی شامل ہے۔ چونکہ رسول کے احکام درحقیقت اللہ ہی کے احکام ہوتے ہیں اور رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہوتی ہے۔ بفحوائے ارشاداتِ ربّانیہ۔ وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ___

اور وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۔ اور اَطِيْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۔

دوسرا نکتہ ہے اسلام : فرماں برداری ۔ پوری زندگی میں اور ہر لمحہ، ہر لحظہ: وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ !

تیسرا نکتہ ہے : اعتصام بالقرآن ـــــ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۔ پورے قرآن کو مل جُل کر مضبوطی سے تھامنا اور اس بارے میں تفرقہ میں نہ پڑنا۔

یہ وہ تین نکات ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ایک انسان انفرادی طور پر ایک بندۂ مومن بنتا ہے ۔ اب ان افراد کے مجموعہ سے جو اجتماعیت وجود میں آتی ہے اس کے لئے لائحہ عمل کون سے ہے اس کا بیان اگلی آیت میں آتا ہے ۔ یہ بھی سہ نکاتی لائحہ عمل ہے ۔

(جاری ہے)

حضرت مولینا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

اپنی تالیف **وحدتِ اُمت** میں اگر

○ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رح اور مولانا سید انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ

کے دو ایمان افروز اور سبق آموز واقعات کے سوا اور کچھ نہ لکھتے

تب بھی یہ کتاب موتیوں میں تُلنے کی مستحق ہوتی

وقت کے اہم ترین موضوع پر اس بہترین اور مفید ترین کتاب کو

اب مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور نے شایانِ شان طور پر شائع کیا ہے

بڑے سائز کے ۲۵ صفحات ○ عمدہ سفید کاغذ ○ دیدہ زیب کور

ھدیہ : ۴ روپے ○ علاوہ محصول ڈاک

قسط ۵

ہدایات القرآن

مولانا محمد تقی امینی

پھر پہلے سبق (سورۂ فاتحہ) میں اللہ کے ذکر کے بعد انسان کا ذکر ہے، اللہ کی طرح انسان کا بھی ذکر اس کی نہایت جامع اور دلکش صفتوں کے ساتھ ہے اور وہ ہیں (۱) بندگی و (۲) حاجت مندی اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں) میں انسان صرف اللہ کے سامنے اپنی بندگی و حاجتمندی کا اقرار کرتا ہے کسی اور کے سامنے نہیں کرتا ہے، اللہ کی بندگی میں آنے کے بعد دنیا میں ہر ایک کی بندگی سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اللہ کے در کا سوالی بن کر کسی اور کے در کا سوالی بننا اس کی حمیت و غیرت کے خلاف ہو جاتا ہے۔

یہاں یہ بات خاص طور سے غور کرنے کی ہے کہ انسان کے تعارف میں اس کی عظمت و بڑائی کی کسی صفت کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان صفتوں کا ذکر ہے جو اس کی کمزوری و عاجزی ظاہر کرتی ہیں اس کی کئی وجہ ہو سکتی ہیں مثلاً

(۱) اللہ کی رحمت و محبت کو جس قدر کمزوری و عاجزی کھینچتی ہے عظمت و بڑائی اس قدر نہیں کھینچتی جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی رحمت و محبت کو قیامت کے دن عبدیت و بندگی ہی کی صفت کی طرف متوجہ کریں گے اور فرمائیں گے۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (المائدہ آیت ۱۱۸)	اگر آپ انہیں عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ انہیں معاف کر دیں تو آپ غلبہ والے حکمت والے ہیں۔

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر اسی صفت کے ذکر کے ساتھ اللہ کی رحمت و محبت کو متوجہ کیا تھا چنانچہ یہ دعا فرمائی تھی۔

اللھم انك ان تھلك ھذہ	اے اللہ اگر آپ یہ چھوٹی سی جماعت

العصابة فلا تعبد فی الارض	ہلاک کر دیں گے تو زمین میں آپ کی خالص
(مسند احمد ج ۱ ص ۲۰)	عبادت نہ کی جائے گی۔

اس موقع پر اللہ کی چونکہ وہی صفتیں (ربوبیت، رحمت اور عدالت) مذکور ہیں جو اس کی بے پایاں محبت و رحمت کو ظاہر کرتی ہیں اس بنا پر انسان کی وہی صفتیں موزوں قرار پائیں جو اس کی رحمت و محبت کو زیادہ سے زیادہ کھینچنے والی ہیں۔

(۲) انسان میں عظمت و بڑائی کی جس قدر صفتیں ہیں وہ مخلوق کی نسبت سے ہیں کہ دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں وہ بے پناہ عظمت اور بڑائی والا ہے، بندگی و حاجت مندی کی صفت اللہ کی نسبت سے ہے کہ اس کے مقابلہ میں وہ نہایت عاجز و کمزور ہے۔ یہاں انسان کا ذکر چونکہ اللہ کے ساتھ ہے اس بنا پر وہی صفتیں مناسب ہوئیں جو اللہ کی نسبت سے ہیں اگر کسی مخلوق کے ساتھ انسان کا ذکر ہوتا تو عظمت و بڑائی کی صفتوں کا ذکر مناسب ہوتا۔

(۳) عظمت و بڑائی کا اصل مستحق اللہ ہے انسان کو جس قدر حصہ ملا ہے وہ اسی صفت کا پرتو اور سایہ ہے لیکن بندگی و حاجت مندی انسان کی خاص صفت ہے اللہ کی کسی صفت کا پرتو اور سایہ نہیں ہے کہ اللہ کمزوری و عاجزی سے پاک ہے اس بنا پر انسان کے ذکر میں اس کی خاص صفت ہی اہم قرار پائی۔

(۴) انسان کی صفتوں میں سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ اللہ کی بندگی و حاجتمندی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں اور پاکیزہ انسانوں کو اسی صفت کے ساتھ یاد کیا اور مخاطب کیا چنانچہ مختلف پیغمبروں کا بیشتر تذکرہ اسی صفت کے ساتھ ہے مثلاً

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ہے۔

اِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا	بے شک وہ شکر گزار بندے
(الاسراء آیت ۳)	تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ	اور یاد کرو ہمارے بندے داؤد قوت
(ص آیت ۱۷)	والے کو

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے

واذکر عبادنا ابراھیم واسحق	اور یاد کرو ہمارے بندے ابرہیم اور
ویعقوب (ص آیت ۴۵)	اسحق اور یعقوب کو

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اہم مقامات پر بھی اسی صفت کے ساتھ ہے مثلاً

سُبحٰن الّذی اسرٰی بعبدہٖ	پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو
لیلا من المسجد الحرام الی	راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصی
المسجد الاقصی الذی برکنا	(بیت المقدس) تک جس کو ہم نے برکتوں
حولہ لنریہ من ایتنا (اسراء آیت ۱)	سے گھیر رکھا ہے تاکہ ہم اس کو اپنی قدرت
تبرک الذی نزل الفرقان	کی نشانیاں دکھائیں بڑی برکت ہے وہ
علی عبدہٖ۔	ذات جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ کی کتاب
(الفرقان آیت ۱)	(قرآن) اتاری)

انسان کا یہ تعارف اگرچہ اس کی عاجزی وکمزوری کے ساتھ ہے لیکن ان مضمون میں ایک عظیم انسان پوشیدہ ہے جس کی عظمت وبڑائی اور قوت وطاقت کے آگے دنیا کی ساری چیزیں جھکی ہوئی ہیں صرف اللہ کی بندگی اور اس کے سامنے حاجت مندی نے انسان کا درجہ اس قدر بلند کر دیا کہ اب دنیا کی ہر چیز اس سے کمتر درجہ پر ہوگئی وہ خادم اور انسان مخدوم ہوگیا وہ محکوم اور انسان حاکم بن گیا، بلاشبہ دنیا میں ایک سے ایک بڑی چیزیں موجود ہیں لیکن ان میں کوئی بھی ایسی نہیں ہے جو عظمت میں انسان سے بڑی ہو۔ قرآن میں بڑی سے بڑی چیزوں کا ذکر ہے سورج، چاند ستارے، آسمان، زمین، دریا، پہاڑ وغیرہ۔ لیکن ہر ایک کے ذکر کے ساتھ خاص طور سے یہ ہے کہ ساری چیزیں انسان کے استعمال کرنے نفع پہنچانے ان پر قابو پانے اور ان کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کے لیے ہیں کوئی بھی ان میں ایسی نہیں ہے کہ جس کے سامنے انسان اپنی بندگی وحاجت مندی کا اظہار یا اقرار کرے مثلاً

وسخر لکم ما فی السموت وما	اور اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگا
فی الارض جمیعا منہ	دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ
(الجاثیہ آیت ۱۳)	زمینوں میں ہے سب کو اپنی طرف سے۔
ھو الذی خلق لکم ما فی	اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے

الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۔ — زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔

(البقرہ آیت ۲۹)

انسان کے اس تعارف نے انسان ہی کی اصل حقیقت واضح نہیں کی بلکہ توحید کی حقیقت بھی واضح کی اور شرک کے تمام دروازے بند کر دیئے اگر عظمت و بڑائی کی کسی صفت کا ذکر ہوتا تو اس سے یہ عظیم مقاصد نہ حاصل ہوتے، اسی طرح اس تعارف نے ہر انسان کو بحیثیت انسان ایک درجہ میں رکھا اور ہر ایک کو لائق احترام ٹھہرایا، اس میں رنگ و نسل، زبان و مذہب، حسب و نسب، غربت و امارت و پیشہ اور قرابت کی بنا پر کوئی فرق گوارا نہ کیا۔ اللہ ہر حال میں سب کا اللہ ہے اور بندہ ہر لحاظ سے اس کا بندہ ہے چنانچہ ہر پیغمبر نے بیک زبان ہو کر اپنی دعوت کا آغاز اسی جامع و دلکش صفت سے کیا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ — کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔

(الاعراف آیت ۵۹)

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۔ — اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور سرکش طاقت سے بچو۔

(النحل ۳۶)

اللہ نے کسی بڑے سے بڑے انسان کو یہ حق نہیں دیا کہ بندہ کی اس صفت سے ناجائز فائدہ اٹھائے یا اپنی طرف اس کی نسبت کرے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ (آل عمران آیت ۷۹) — کسی انسان کو حق نہیں ہے کہ اللہ اس کو کتاب، حکمت اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ میرے بندے ہو جاؤ لیکن وہ یہ کہے کہ رب والے ہو جاؤ۔

اس صفت کی یکسانیت ہی کی بنا پر اللہ نے فرمایا

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ — ہم نے انسان کو معزز بنایا۔

(بنی اسرائیل آیت ۷۰)

اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان العباد کلھم اخوۃ — سب بندے بھائی بھائی ہیں۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۶۹)

انھم امۃ واحدۃ — سب لوگ ایک امت ہیں

(سیرت ابنِ ہشام ج ۱۔ الاموال لابی عبید ص ۳۰۴)

پھر پہلے سبق میں (سورۂ فاتحہ) میں ہدایت کا ذکر ہے وہ بھی صراطِ مستقیم (سیدھے راستہ) کی طرف ہدایت ہے انسان کی طرح اس کا ذکر بھی نہایت جامع اور دلکش صفت کے ساتھ ہے وہ ہے انعام پائے ہوئے لوگوں کا راستہ جن پر نہ اللہ کا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے بلکہ سرخرو و شاد کام رہے۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہدایت کے تعارف میں کسی ہدایت نامہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ ہدایت پائے ہوئے لوگوں کا ذکر ہے اور مزید وضاحت کے لیے ان کا ذکر ہے جو ہدایت سے محروم رہے ہیں۔ یہ اندازِ بیان خود جامعیت و بڑی کشش رکھتا ہے کہ اس میں ہدایت کے فائدے (انعام و سرخروئی) و نقصان (محرومی و ناکامی) کا ذکر بھی موجود ہے۔

اللہ کی طرف سے پہلی ہدایت (رہنمائی) یہ ہوئی کہ جنت میں ایک درخت کے استعمال سے روک دیا گیا اور دوسری ہدایت اس وقت ہوئی جب انسان نے شیطان کی سازش سے اس درخت کو استعمال کرلیا جس کے نتیجہ میں جنت کی مراعات ختم کر دی گئیں یہاں تک کہ لباس بھی اُتر گیا اور پتوں سے اپنی ستر پوشی پر مجبور ہو گیا، یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اللہ کے حرم (احکام میں تعیب زنی (نافرمانی) اس کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے محروم کر دیتی ہے، پہلی ہدایت کے الفاظ یہ ہیں۔

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ — تم (آدم و حوا) دونوں اس درخت کے قریب بھی نہ جاؤ۔

دوسری کے الفاظ یہ ہیں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ — اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے اُوپر ظلم کیا ہے اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے ہمارے اوپر رحم نہ فرمائیں گے تو ہم

(سُورہ اعراف آیت ۲۳)

خسارہ پانیوالوں میں ہو جائیں گے۔

اس میں انسان کی بندگی و حاجت مندی کی صفت کو ابھار کر اللہ کی رحمت و مغفرت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے جس سے اس بات کی تعلیم مقصود ہے کہ غلطی کے بعد اللہ کے حضور عجز و نیازی کی گردن جھکا دی جائے اور اس کی رحمت و مغفرت کا سوالی بن کر معافی و تلافی کی جائے۔

پھر غلطی کی معافی کے بعد یہ ہدایتیں دی گئیں۔

(۱) انسان اور شیطان کے درمیان دشمنی و سرکشی ہمیشہ جاری رہے گی۔ اس سے ہوشیار رہنا۔

(۲) بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ — تم (انسان اور شیطان) ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔

(۲) دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا ہے ایک مقررہ مدت تک رہنا ہے۔

(۳) دنیا میں بے کار نہیں رہنا ہے بلکہ وہاں کی چیزوں سے فائدہ اٹھانا ہے۔

وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۔ — تمہیں ایک خاص مدت تک زمین میں رہنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔

(۴) دعاء استغفار (بندگی و عاجزی کے اظہار) کے چند کلمے بھی سکھا دیئے گئے۔

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۔ — پھر آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمے سیکھ لیے تو اس نے اس کی توبہ قبول کی بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنیوالا ہے۔

(۵) ہدایت بھیجتے رہنے کا وعدہ بھی کر دیا گیا اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ کامیابی و ناکامی ہدایت پر موقوف ہو گی جو اس کے مطابق زندگی گذارے گا وہ کامیاب سمجھا جائے گا اور جو اس سے محرومی کی زندگی گذارے گا وہ ناکام ہو گا۔

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔

(سورہ بقرہ آیت ۳۵ تا ۳۹)

اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو کفر کریں گے اور جھٹلائیں گے میری آیتوں کو وہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہ ہدایتیں اس وقت کی ہیں جب کہ حضرتِ انسان اس دنیا کے کاروبار میں مشغول نہ ہوئے تھے۔ لیکن جب مشغولیت کا وقت آیا تو جو ابتدائی ہدایتیں دی گئیں ان میں دنیا کی چیزوں کو استعمال کرنے ان سے فائدہ اٹھانے ان کو ترقی دینے کی طرف رغبت دلائی گئی ہے، اسی طرح درمیانی چال چلنے حد سے تجاوز نہ کرنے اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے کی تاکید ہے اور یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دینے کو آتے رہیں گے اس کی روشنی میں جو اپنی زندگی درست رکھے گا کامیابی و سرخروئی ہوگی اور جو اس کی خلاف ورزی کرے گا اس کو محرومی و ناکامی ہوگی۔

دنیوی کاروبار میں مشغولیت کے وقت کی ابتدائی ہدایتیں یہ ہیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَـقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ[۱]

اے اولادِ آدمؑ ہم نے تم پر لباس اتارا جو تمہارے لیے ستر پوشی ہے اور زینت بھی مگر بہتر لباس تقویٰ کا لباس ہے جو اس سے بھی بڑھ کر ہے یہ اللہ کی آیات ہیں تاکہ وہ یاد دہانی حاصل کریں۔ اے اولادِ آدمؑ شیطان تمہیں فتنہ میں نہ ڈالنے پائے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا ان کے لباس اتروا کر ان کے سامنے بے پردہ کر دیے وہ اور اس کا گروہ تم کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے ہو، ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا رفیق بنا دیا ہے جو ایمان سے محروم ہیں۔ اے اولادِ آدمؑ ہر مسجد کے حاضری کے وقت اپنے لباس پہنو اور کھاؤ پیو البتہ اسراف و فضول خرچی نہ کرو اللہ اسراف

---

[۱] سورۂ اعراف آیت ۲۶ و ۲۷ [۲] و [۳] ایضاً ۳۱ و ۳۵